MAR 1998

صورت حال

پاکستان متعلق موجودہ بھارتی حکمرانوں کے ارادے سرگرمیاں

کون ان کی سر پرستی کر رہا ہے اور کون کہاں کہاں ان کا کھیل کھیل رہے ہیں۔

بھارت میں ہندو انتہا پرستی کا جو رجحان حالیہ انتخابات کے بعد ایک غالب قوت کی صورت میں سامنے آیا ہے، حقیقت میں وہ اپنا نیا نہیں ہے۔ اس کی جڑیں بھارت کی پانچ ہزار سالہ تاریخ میں پیوست ہیں۔ خصوصیت سے پچھلی دو صدیوں میں تو ہندوؤں کی تمام اہم فکری، مذہبی، ثقافتی اور سیاسی سرگرمیوں میں اس رجحان کو صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ یہی وہ رجحان ہے جس نے سرسید احمد خان سے لے کر قائد اعظم محمد علی جناح تک ہر مسلمان رہنما کو "ہندو مسلم اتحاد" کی پر قریب منزل کو ترک کرنے پر مجبور کیا اور بالاخر توجہ کا مرکز عقیدہ اور تہذیب و ثقافت ہے۔ اس بنیاد پر آزادی کے بعد دو مملکتوں کا قیام عمل میں آیا۔ پچھلے پچاس سال گواہ ہیں کہ امت مسلمہ نے تو کھلے دل سے تقسیم برصغیر کو تسلیم کیا لیکن بھارت کی ہندو اکثریت اور اس کی سیاسی قیادتوں نے اس کو فی الحقیقت کبھی قبول نہیں کیا۔ اس کے حقیقی عزائم پر ایک عرصے تک ڈپلومیسی اور منافقت کا پردہ پڑا رہا لیکن آخر کب تک؟ بالاخر آہستہ آہستہ یہ پردہ چاک ہو گیا اور ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت اور اس کے بعد ۱۹۹۶ء اور ۱۹۹۸ء کے ملک گیر انتخابات نے اس امر کو اس طرح صاف صاف واضح کر دکھایا کہ اب دوست اور دشمن سب ہی ہندو انتہا پسندی کے اس غلبے کا اعتراف کر رہے ہیں، سوائے خوش فہمی کے ان قیدیوں کے جو آنکھیں ہوتے ہوئے بھی دیکھنے کی زحمت نہیں کرتے! بر صغیر ہی نہیں، پوری دنیا میں امن و سلامتی ہر مسلمان بلکہ ہر ہوش مند انسان کی خواہش اور تمنا ہے، لیکن امن و سلامتی محض خواہش سے حاصل نہیں ہوتے۔ اس کے لئے حقائق پر نظر اور مطلوب و مقصود کے حصول کو ممکن ہی نہیں ناگزیر بنا دینے کے لئے موثر حکمت عملی اور ان پر پوری قوت سے عمل ضروری ہے۔ امن اور سلامتی، بزدلی، کمزوری، ڈپلومیسی یا چاپلوسی سے حاصل نہیں ہوتے۔ یہ تو ثمرہ ہیں مقصد اور منزل پر استقامت، تعمیر و تخلیق کے لئے موثر قوت کے حصول اور اپنی آزادی اور عزت کی حفاظت کے لئے قرار واقعی تیاری اور لام بندی کا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے امت مسلمہ کی رہنمائی صاف الفاظ میں صحیح حکمت عملی کی طرف کر دی ہے

ترجمہ: اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے،

زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے (مروجہ جنگی سامان) ان کے مقابلے کے لئے میار کھو تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے دشمنوں (تمہاری صفوں میں موجود دشمن کے ایجنٹوں) کو خوف زدہ کر دو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے، اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں لے گا اور

تمہارے ساتھ ہر گز ظلم نہ ہو گا۔

(سورۃ الانفال آیت (۲۰)

اور یہی وہ حکمت عملی ہے جس کی شاعر مشرق علامہ اقبال نے بڑے صاف اور دل نشیں انداز میں امت مسلمہ کو تعلیم دی۔
جب تک نہ زندگی کے حقائق پر ہو نظر ترا زجاج ہو نہ سکے گا حریف سنگ یہ زور دست وضربت کاری کا ہے مقام میدان
جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ خون دل و جگر سے ہے سرمایہ حیات فطرت لھو ترنگ ہے غافل نہ جل ترنگ السوس صد
افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات تقدیر کے قاضی کا یہ فتوی ہے ازل سے ہے جرم ضعیفی
کی سزا مرگ مفاجات ایک صاحب ایمان با غیرت اور باعزت قوم کی خارجہ اور داخلی سیاست مندرجہ بالا بیادوں سے ہٹ کر
کسی دوسری بنیاد پر استوار نہیں ہو سکتی اور نہیں ہونا چاہئے۔

اہل پاکستان کے لئے بحیثیت قوم اس وقت سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ حقائق کا صحیح صحیح احساس اور ادراک کیا جائے اور خوش فہمیوں اور غیروں پر انحصار کی خیالی دنیا سے نکلا جائے۔ بلاشبہ ہمارے پاؤں زمین پر ہونے چاہئیں اور ہمیں چادر دیکھ کر ہی پاؤں پھیلانے چاہئیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ نہ دنیا کے حالات اور مخالفین کی چالوں کا لحاظ ہو اور نہ اپنے مقاصد اور عزائم کا شعور اور ان پر استقامت۔ حالات کی صحیح سوجھ بوجھ وسائل کا صحت مند استعمال، قوم کی بیداری اور تعمیر و مقابلے کے اس عمل میں بھر پور شرکت ہی سے مقابلہ جیتا جا سکتا ہے۔ میں ہماری بقا اور ترقی کا راستہ ہے۔

اب مغرب کا منصوبہ یہ ہے کہ بھارت کو اپنی گرفت میں رکھنے کے لئے ایسے حالات کی حوصلہ افزائی ہو کہ ملک گیر استعمال (LEVERAGE) سیاسی قوتیں کمزور اور علاقائی جماعتیں مضبوط ہوں تاکہ ان قوتوں کو مختلف انداز میں بطور آلہ کار کیا جا سکے۔۔ ملک میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کا عمل دخل بڑھے جو مستقبل میں پالیسیوں پر اثر انداز ہو۔

پاکستان کو قابو میں رکھنے کے لئے منصوبہ یہ ہے کہ پاکستان میں ان قوتوں کی حوصلہ افزائی ہو جو ایک طرف پاکستان کی منڈیوں کو امریکی اور یورپی سرمائے اور

مصنوعات کے لئے کھول دیں، دفاع کے وسائل کو کم کرنے کے لئے تیار ہوں، ایٹمی قوت کو مغربی ممالک کے حکم کے مطابق تحصیل دینے کے لئے آمادہ ہوں، مغربی ثقافت و تنذیب کے دلدادہ ہوں اور بھارت سے معاشی ثقافتی اور سیاسی دوستی ہی کے لئے اوسلو ٹائپ یا آئرلینڈ کے (LIQUIDATE) نہیں، اتحاد اور الحاق تک کے لئے تیار ہو سکیں۔۔۔ مسئلہ کشمیر کو نمٹانے مال پر کوئی کھیل کھیلا جائے۔ پاکستان کو عرب دنیا وسط ایشیا اور عالم اسلام سے جو اس کا فطری مقام ہے کاٹ کر اس بھارت اور جنوبی ایشیا سے جوڑا جائے جس سے کٹ کر یہ ملک وجود میں آیا تھا۔ افغانستان اور ایران سے فاصلے بڑھائے جائیں، جنوبی ایشیا اور سارک کی زنجیروں کو مضبوط کیا جائے اور پاکستان اور چین کی دوستی میں شگاف ڈالا جائے۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ پاکستان میں آزاد خیالی کے نام پر سیکولرازم اور بھارت سے مشترک ثقافت تہذیب ، ادب اور معیشت کا پرچار ہو نیز آزادی نسواں کی تحریک کو مغربی ثقافتی انداز میں آگے بڑھایا جائے تاکہ خاندان کا حصار پارہ پارہ ہو جائے، نئی نسل کو لسانیت طبقہ داریت تشدد ، منشیات اور عیش و عشرت کی راہ پر ڈالا جائے، تعلیم اور انسانی وسائل (پانی، ڈسپنسریاں وغیرہ) کی ترقی کے نام پر فوج کی تخفیف ہو۔

لطف یہ ہے کہ بیرونی قرض اور ان پر ادا کیا جانے والا سور بجٹ کی کل آمدنی کا ۵۰ فیصد کھا جاتا ہے مگر اس کا کوئی ذکر نہیں اور بڑے بڑے ماہرین معاشیات اور سابقہ وزرائے خزانہ جو قرضوں کے اس پہاڑ کا بوجھ مفلس قوم کے کاندھوں پر لادنے کے ذمہ دار رہے ہیں، دفاع پر خرچ ہونے والی رقوم کو جو ادا کئے جانے والے سود کا اب نصف حصہ ہیں، اصل ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ اس حکمت عملی کا ایک اہم حصہ ایٹمی قوت سے پاکستان کو محروم کرنا ہے لیکن اس قسم کی سابقہ کوششوں میں ناکامی کے بعد اب ایک نئی حکمت عملی وضع ہوتی نظر آرہی ہے جس کے بارے میں خطرہ ہے کہ صدر کلٹن کے متوقع دورہ کے موقع پر سی ٹی بی ٹی پر کسی نہ کسی شکل میں پاکستان اور شاید بھارت کی بھی شرکت کا اہتمام کیا جائے۔

یہ وہ پلان ہے جس پر مغربی اقوام عمل پیرا ہیں۔ اس میں بھارت کی حالیہ تبدیلیوں کا بہت بڑا مقام ہے جنتا پارٹی کی چہرہ کشائی بھارتیہ جنتا پارٹی کا قیام بظاہر ۱۹۸۰ میں ہوا اور ۱۸ سال میں وہ سیاسی افق پر تقریبا چھا گئی ، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندو انتہا پسندی کی تحریک انیسویں صدی کے آغاز ہی سے پروان چڑھ رہی ہے۔ ۱۸۲۰ء میں پہلی تحریک وجود میں آئی ۔ کانگرس کے شانہ بشانہ ہندو سبھا (۱۹۰۷) اور پھر ہندو مہاسبھا (۱۹۱۸) اپنا کردار ادا کر رہی تھی۔ را شریہ سیوک سنگھ کا قیام ستمبر ۱۹۲۵ میں ہوا۔ اس سے پہلے ھالی ۱۹۲۳ء میں ہندو انتہا پسند رہنما ری ڈی مادر کرنے انتہا پسندی کے فلسفہ کو ہندو و تا

کتابچے میں پیش کیا جو آج تک اس تحریک کی بائبل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا حصول خود بی جے پی کا اصل ہدف ہے۔ ساور کر کا یہ کتابچہ رگ ویدا پر مبنی ہے۔ اس کی رو سے ہندو وہ ہے جس کو پیدائش اور زمین کے مقدس رشتے جوڑے ہوئے ہوں۔ اس نظام میں ہندو اور ہندوستان مقدس مادر وطن پترو بھو اور پونیا بھو۔۔۔ روح اور جسم کا سا تعلق رکھتے ہیں۔ مقدس زمین کو تین مقدس دریاؤں یعنی دریائے سندھ گنگا اور برہم پوترا نے گھیرا ہوا ہے۔ ساور کر نے خود ہندو مہاسبھا میں مرکزی کردار ادا کیا۔ اس نے اور کے۔ بی ہیگ وار نے جو سادر کر کے تصور ہندود تا پر ایمان رکھتا تھا اور ان کا مبلغ بنا را شریہ سیوک سنگھ کی داغ بیل ڈالی۔ ستمبر ۱۹۲۵ء میں دسرے کے ہندو تہوار کے موقع پر جو رادن پر کرشنا کی فتح کی علامت ہے، پہلا ناگ پور کے مقام پر قائم ہوا اور پھر تیزی سے یہ نیم عسکری تحریک بڑھتی رہی۔ دو مرتبہ بندش بھی اس کی (SEVAK) سیوک راہ روک نہ سکی اور آہستہ آہستہ را شریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) ہندو انتہا پسندی کی ریڑھ کی ہڈی بن گیا۔ آر ایس ایس نے ۱۹۸۹ء میں دعوی کیا تھا کہ اس کے دائرے میں ۱۸ لاکھ تربیت یافتہ سیوک ہیں جو ۲۵ ہزار شاخوں میں ۱۸۸۰۰ مقامات پر سرگرم عمل ہیں (ملاحظہ ہو رابرٹ ایرک فرائی کن برگ کا مضمون HINDU FUNDAMENTALISM AND

STRUCTURAL STABILITY OF INDIA جو ۱۹۹۳ء میں امریکہ سے شائع ہونے والے فنڈا مسلم پروجیکٹ کی تیسری جلد "فنڈا مٹام اینڈ دی سٹیٹ " میں شائع ہوا ہے۔ یونیورسٹی آف شکاگو پرنیس ، ۱۹۹۳ء ص ۲۴۳ - ۲۴۲) آر ایس ایس کی اس تحریک کے بطن سے تقسیم ہند کے فورا بعد ڈاکٹر شیاما پر شاد مکرجی کی قیادت میں بھارتیہ جن سنگھ وجود میں آیا۔ یہ نہرو کی مرکزی کابینہ میں وزیر تھے انہوں نے تقسیم ملک کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور ۱۹۵۱ء میں لیاقت نہرو معاہدے پر احتجاج کرتے ہوئے کابینہ سے مستعفی ہو گئے تھے۔ اس کی تشکیل میں آر ایس ایس کی پوری قیادت نے مرکزی کردار ادا کیا۔ میں وہ جن سنگھ ہے جو اٹل بہاری واجپائی کی قیادت میں مرار جی ڈیسائی کے قائم کردہ جنتا دل کا حصہ بنا اور واجپائی صاحب سنگھ کے دوسرے لیڈر کے ایل ایڈوانی کے ساتھ مرار جی ڈیسائی کی کابینہ میں شریک ہوئے (کُل تین وزیر جن سنگھ کے تھے اس

اسمبلی میں سنکھ کی تعداد بیان کی جاتی ہے) جنتادل کی حکومت کے در دور رہے۔ اس کے ناکام ہو جانے پر بھارتیہ جن سنگھ کو ختم کر دیا گیا اور اپریل ۱۹۸۰ میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی شکل میں اس کا نیا جنم واقع ہوا جس نے ۱۹۸۴ء میں مرکزی اسمبلی میں دو اور ۱۹۹۸ء میں ۷۸ انشتیں حاصل کیں۔ اس کی متعدد صوبائی حکومتیں پہلے سے قائم ہیں بشمول یوپی کی حکومت جس کی قیادت میں بابری مسجد شہید کی گئی اور اب یہ پارٹی مرکزی حکومت کی قیادت کر رہی ہے۔ اس طرح یہ ایک ہی سلسلہ ہے جو کم از کم ۱۹۲۵ء سے آج تک جاری ہے۔

اب اس کے فکری اور سیاسی موقف کی بنیادوں پر بھی ایک نگاہ ڈال لیں۔ فلسفیانہ سطح پر یہ ہندو تصور کائنات پر مبنی ہے اور کا قائل ہے۔ سیاسی اعتبار سے اس کے چار بنیادی اصول اور اہداف ہیں جن کا سمجھنا (ORGANIC) (UNITY) نامیاتی وحدت بہت ضروری ہے۔ پہلی چیز جو سب سے بنیادی ہے وہ اس کا تصور قومیت و اجتماعیت ہے جسے سادر کر کے خیالات کے میں DEFINED نے اپنی کتاب WE, OUR NATIONHOOD خلاصے کے طور پر تحریک کے مفکر مہادیو سودا شر کولو الکر پیش کیا ہے اور جو آج بھی بی جے پی کا منشور اور اس کی حکمت عملی کی روح ہے۔ "ایک ملک ایک قوم اور ایک کلچر " اس کا مرکزی تصور ہے۔ گولوا لکر کہتا ہے

ہندوستان کے غیر ہندو لوگوں کو ہندو کلچر اور زبان اختیار کرنا چاہئے، ہندو مذہب کا احترام کرنا اور اسے مقدس سمجھنا سیکھنا چاہئے، ہندو نسل اور کلچر کی عظمت کے علاوہ کوئی خیال انہیں نہ آنا چاہئے یعنی انہیں اس زمین اور اس کی قدیم روایات کے لئے نہ صرف اپنا عدم رواداری اور ناشکری کا رویہ ترک کر دینا چاہئے بلکہ اس کے بجائے، محبت اور وابستگی کا مثبت رویہ پرورش کرنا چاہئے۔ ایک لفظ میں کہا جائے تو انہیں غیر ملکی نہیں رہنا چاہئے۔ انہیں اس ملک میں ہندو قوم کی مکمل ماتحتی میں رہنا چاہئے۔ کسی دعوے کے بغیر کسی استحقاق کے بغیر کجا یہ کہ کوئی ترجیحی سلوک ہو، حتی کہ شہری حقوق بھی ناگپور، بھارت، پرکاش ۱۹۳۹ ۱۹۴۷

WE, OUR NATIONHOOD DEFINED

گولو الکر اور اس مکتب فکر کی پوری قیادت مسلمانوں اور اس طرح عیسائیوں کو غیر ملکی قرار دیتی ہے اور ان کے لئے زندہ رہنے کا واحد راستہ اپنے کو ہندووتا کے رنگ میں رنگنے اور اس میں ضم ہو جانے (یعنی ہندو بن جانے) میں قرار دیتی ہے۔

بھارتیہ جنتا پارٹی کی حالیہ فتح پر لندن کے روزنامہ انڈی پنڈنٹ" کے نامہ نگار پیٹر پو پھام نے بی جے پی اور آر ایس ایس کے ذہن کی ترجمانی اس طرح کی ہے بی جے پی دوسری پارٹیوں کی طرح پارٹی نہیں ہے۔ یہ ۷۳ سال قبل قائم ہونے والی نیم فوجی تنظیم را شریہ سیوک سنگھ (آرایس ایس) کا سیاسی بازو ہے۔ ہے۔ برطانوی دور آر ایس ایس اپنی بہت اہمیت سمجھتی کے آخری عشروں میں اس کا نشو و نما ہندوؤں کے لئے وہ کچھ کرنے کی کوشش تھی جو اٹلی اور جرمنی کے لئے مسولینی اور ہٹر کر رہے تھے یعنی قومی استحکام اور نسل کو خالص رکھنے کے سنہرے دور کا آغاز قوم کے دشمنوں کی شناخت اور انہیں بدنام کر کے قومی استحکام کا حصول اور جاں نار نیم فوجی دستوں کے ذریعے ریاست پر قبضہ کرنے کا انتظام کا اعلان ہے۔

ایک وقت تھا کہ ہمارا ملک آزاد اور خوش حال تھا اور زندگی کے ہر میدان میں اعلیٰ مقام تک پہنچ چکا تھا، لیکن چند غیر ملکی حملہ آوروں (مسلمانوں) کے ہاتھوں شکست خوردہ اور بے عزت ہو گیا۔ "مسلم مسئلہ " ہر وقت ذہنوں پر طاری رہا۔ ہندوستانی آبادی کی گیارہ فی صد آبادی کا کیا کیا جائے جن کی وفاداری لارڈ راما سے نہیں مکہ سے ہے۔ آر ایس ایس کا رہنما گو لوالکر جسے اب بھی صرف گرد کہا جاتا ہے اس بارے میں ہٹر کے اپنے مسئلے کے لئے روئیے سے تحریک حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے: اپنی قوم اور اس کے کلچر کو خالص رکھنے کے لئے جرمنی نے اپنی پوری آبادی کا صفایا کر کے دنیا کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔ یہاں قومی افتخار کا اعلیٰ ترین شکل میں اظہار کیا گیا۔ جرمنی کی مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ ان نسلوں اور تہذیبوں کے لئے جن کے اختلافات گہرے ہیں باہم جذب ہونا کتنا نا ممک ہے۔

آر ایس ایس کے بنیادی عقائد برسوں سے ایک ہی ہیں۔ مسلمان اور دوسری اقلیتیں اب بھی آسیب کی طرح اس کے ذہن پر سوار لندن ۲۲ مارچ ۱۹۸۸ء INDIA'S NEW RULERS "ہیں (دی انڈی پنڈنٹ

ENTER WITH A WHIFF OF FASCISM)

امریکہ کے رسالے " ٹائم" کا نمائندہ اپنی کتاب

THE INDIAN UNREST میں کہتا ہے

گزشتہ ۲۰ برسوں کے ہندو احیا کا پورا پورا رجحان مستقلہ " مسلمان دشمنی پر مرکوز رہا ہے۔ مسلمانوں کو ہندا

مذہب، تہذیب اور ثقافت میں ضم کر کے ان کی عملی" شدھی کرنا (ہندو بنا دینا) ہی ہندوو تا کی اصل ہے۔

آر ایس ایس بھارتیہ جن سنگھ اور خود بھارتیہ جنا پارٹی کے بنیادی مسلک کا دوسرا نکتہ بھارت کی وحدت کا قیام اور تقسیم ملک پر خط تخفیخ پھیرنے کا پروگرام ہے۔ یہ پروگرام جن سنگھ کے منشور کا پہلا نکتہ ہے یعنی : اکھنڈ بھارت ہمارا سرمایہ حیات ہے" (UNITED INDIA IS OUR LIFE BLOOD) البتہ بھارتیہ جنتا پارٹی نے اسے ذرا گھما پھرا کر بیان کیا ہے۔ پروفیسر ڈی ڈی پانا نائیک اپنی کتاب ہندو نیشنلزم ان انڈیا کی جلد ۳ میں جن سنگھ اور بی جے پی دونوں کے لٹریچر کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ دونوں بالاخر ہندوستان کی بھارت اور پاکستان میں تقسیم کو ختم کرنے اور بھارت کی ایکتا (اکھنڈ بھارت) قائم کرنے کا نصب العین رکھتی ہیں۔ بات صرف پاکستان اور بنگلہ دیش ہی تک محدود نہیں بلکہ تمام ہمسایہ ممالک جو کبھی بھارت کا حصہ تھے، وسیع تر ہندوستان کا ہدف ہیں۔" بی جے پی کے سلسلے میں وہ اتنا اضافہ کرتا ہے

سیاسی اتحاد قابل عمل نہ ہو، لیکن تمذہبی لحاظ سے یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ بی جے پی کے سابق صدر ڈاکٹر مرلی منوہر جوشی نے یہ بات کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ پڑوس کے ان ممالک کا رضا کارانہ انضمام ہو سکتا ہے جو ماضی میں ہندوستان کا حصہ تھے یعنی پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، بھوٹان برما اور سری لنکا۔ دی | سمین" ۱۹ جنوری ۱۹۹۲ء بحوالہ "دی انڈین ان ایسٹ " جلد سوم ص ۱۳۹

۱۹۹۰ء میں بھارتیہ جنتا پارٹی نے سومنات سے کشمیر تک جو ایکتا مارچ کیا تھا، اس کا مقصد بھی اس ہدف کا اظہار تھا۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت کے بننے کے بعد اس کے سیکرٹری جنرل نے صرف میں اعلان نہیں کیا کہ ہم پاکستان اور چین سے اپنے علاقے واپس لے لیں گے آزاد کشمیر پر فوجی قوت سے قبضہ کریں گے) بلکہ جنوبی ایشیاء کے ممالک کی کنفیڈریشن کی تجویز بھی پیش کی ہے۔ تحریک تحمیل پاکستان کے سربراہ جناب محمود علی نے اس خطرے کا برملا اظہار کیا ہے کہ کسی نہ کسی شکل میں اکھنڈ بھارت کا قیام بر عظیم کی سیاست کا ایک اہم ہدف بنتا جا رہا ہے جسے خود امریکی تائید بھی حاصل ہو رہی ہے اور ملک میں بھی ایک لابی اس کے لئے سرگرم عمل ہے۔ (نوائے وقت " کا اداریہ اکھنڈ بھارت منصوبے کا المشاف، کیم مارچ ۱۹۹۸ء اور جنگ راولپنڈی کے بھارتیہ جنتا پارٹی کے تصور ہندو و تصور قومیت اور پاکستان اور پورے علاقے کو ایک بار پھر کسی نوعیت کے اکھنڈ بھارت کی شکل دینا اور دنیا کے اس حصے پر بھارت کی بالادستی قائم کرنا وہ اولین اور بنیادی مقاصد ہیں جن کے لئے اس تحریک نے گزشتہ ۷۵ سال سے کام کیا ہے ناموں اور تنظیموں کی تبدیلی کے باوجود نصب العین اور ہدف میں رہا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ایک طرف علی سیاسی اور ثقافتی میدانوں میں کام ہو رہا ہے؟

تو دوسری طرف ایک ایسی عسکری قوت تیار کی جارہی ہے اور روایتی و غیر روایتی اسلحہ بندی ہو رہی ہے جس کے بل

پر بھارت پورے علاقے کا تھانیدار بن سکے اور اس طرح صرف علاقائی نہیں، عالمی طاقت بن سکے۔

ان کے علاوہ مزید اصول بنیادی حیثیت کے حامل بیان کئے گئے ہیں۔ ایک آزاد منڈی پر مبنی سرمایہ دارانہ معیشت کا قیام جو برہمنی ساہو کارانہ تصور معیشت کا نمونہ ہو اور دوسری سودیشی تصور خود کفالت کی ترویج جس کے نتیجے میں بین الاقوامی ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کا اثر و رسوخ کم ہو اور بھارتی تجارتی کمپنیوں اور ملٹی نیشنلزم کا فروغ ہو۔

یہ چار بنیادی نکات ہیں جن کے محور کے گرد آرایس ایس اور بھارتیہ جنتا پارٹی کی پالیسیاں اور سرگرمیاں گردش کرتی رہی کر رہی اور کریں گی۔ حالیہ انتخابی کامیابی کے بعد بی جے پی اور آر ایس ایس کی قیادت نے کھل کر اعلان کیا ہے کہ مکمل اکثریت نہ ہونے کے باعث دو مشترک ایجنڈے پر ضرور عمل کریں کے لیکن پارٹی کا اصل ہدف منشور کے مطابق رہے گا بگڑی ہوئی کو آج بنانے کا وقت ہے میدان کار زار میں آنے کا وقت ہے جو ہر شجاعتوں کے دکھانے کا وقت ہے محمود غزنوی نے سکھایا تھا جو کبھی بھارت کو پھر سبق وہ سکھانے کا وقت ہے چہ کا پڑا ہے اُس کو نہتوں کے خون کا اس کا مزہ عدو کو چکھانے کاوقت ہے تا حشر سر اٹھا نہ سکے پھر کبھی معدو اُس کو ایڈ کی نیند سلانے کا وقت ہے اتر و دو پہ بن کے تم اللہ کا غضب دنیا سے اس کا نام مٹانے کا وقت ہے ملتے ہیں یا رو! ایسے مواقع کبھی کبھی بگڑی ہوئی کو آج بنانے کا وقت ہے اور وہ ایک پچیس سالہ منصوبے پر عمل پیرا ہو گی تاکہ بالاخر مکمل اقتدار حاصل کرکے اپنے حقیقی اہداف حاصل کر سکے۔

مشترک پروگرام کی خاطر بظاہر دستور کی دفعہ ۳۷۰ (جس میں مقبوضہ جموں و کشمیر کو بھارت میں رکھتے ہوئے خصوصی حیثیت دی گئی ہے) کو ختم کر کے کشمیر کے مکمل انضمام اور مسلمانوں کے عائلی اور شخصی قانون کو ختم کر کے مشترک سول کوڈ جیسے منشور میں کئے گئے دعوؤں کو موخر کیا گیا ہے۔ اس طرح بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کا ذکر اس پروگرام میں نہیں ہے لیکن اگر بھارتی قیادت کے بیانات کا تجزیہ کیا جائے اور مشترک ایجنڈے کو دیکھا جائے تو روپ بدل کر بین السطور ان سب چیزوں کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ مثلا" دستوری کمیشن کا قیام جو سارے دستور پر پچاس سالہ تجربات کی روشنی میں تجاویز دے گا۔ دفعہ ۳۷۰ اور پر سنل لا د یعنی مسلمانوں کے عائلی معاملات اسلامی شرع کے ضوابط کے مطابق طے ہوں گے) کا مسئلہ اس میں آجاتا ہے۔ رہا بابری مسجد کا مسئلہ تو وزیر عظم واجپائی اور ان کے ساتھیوں نے صاف الفاظ

میں کہا ہے: "عدالت اور قانون کا راستہ اختیار نہیں کیا جائے گا اور اس کی جگہ گفت و شنید اور اتفاق رائے سے حل نکالا جائے گا۔ میں رویہ ان باقی مساجد کے بارے میں اختیار کرنے کا اعلان کیا گیا ہے جو اس انتہا پسند قیادت کا ہدف ہیں یعنی متھرا اور کانشی کی مساجد اور مزید دو ہزار مساجد جو اس خونی ایجنڈے کا حصہ ہیں۔ جہاں تک نیوکلیر آپشن اور آزاد کشمیر کو پاکستان سے آزاد کرانے کا تعلق ہے تو اسے نئی حکومت کے پروگرام میں کھلے طور پر شامل کیا گیا ہے پانچ ایٹمی دھماکے کر کے پروگرام کے ایک حصے پر عمل کیا جا چکا ہے۔ ایڈیٹر اسی طرح چین پر دباؤ اور عالمی طاقت بنا اس ایجنڈے کا حصہ ہے۔

معتدل مزاج وزیر اعظم ؟

بھارتیہ جنتا پارٹی اور ہندو انتہا پسندی کے تاریخی کردار اور مختلف جنموں اور رویوں میں اس کے مشترک مقاصد کو سمجھ لینے کے بعد یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے اعظم جناب اٹل بہاری کہ بھارت کے ۷۲ سالہ وزیرا واجپائی کے بارے میں صحیح اندازے قائم کئے جائیں۔ بلاشبہ ان کے بارے میں یہ روایت ہے کہ وہ ایک بری پارٹی میں ایک اچھے انسان ہیں یا یہ کہ وہ معتدل ہیں۔ نیز یہ بھی کہ جب وہ وزیر خارجہ تھے تو پاکستان کی اس وقت کی قیادت ان کی خوش اخلاقی سے (MODERATE) مزاج متاثر تھی۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہوں گی اور ہمارے پیش نظر ان کی شخصی زندگی کا جائزہ نہیں۔ کو اس بارے میں بھی ہندوستان کے اخبارات اور وہاں سے شائع ہونے والی کتب ، خصوصیت سے ان کے اپنے پارلیمنٹ اور کابینہ کے ساتھیوں کی تحریر میں ایسی معلومات سے بھری ہوئی ہیں جن کا جاننا ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے اور پاکستان کے بارے میں ان کے آئندہ اقدامات کو جاننے میں مددگار ہوگا۔

ہمیں سب سے پہلے یہ بات سامنے رکھنی چاہئے کہ ہم بادشاہت کے دور میں نہیں رہ رہے ، جہاں حکمران مطلق اختیارات کا حامل ہوتا ہے اور بہت کچھ انحصار اس کی ذاتی پسند و ناپسند پر ہوتا ہے۔ آج کا سیاسی نظام بالکل دوسری بنیادوں پر کام کر رہا ہے ۔ بھارت ایک کمزور مخلوط حکومت ہے جس کے ہر سانس کا انحصار ایک دو نہیں ۱۸ سیاسی جماعتوں ان کی مختلف الخیال قیادتوں اور ان کے نت نئے مفادات و مطالبات پر ہے۔ اگر ہے ارکان پارلیمنٹ ادھر ہے ادھر ہو جائیں تو حکومت زمین پر کی ہوگی۔ ایسی حکومت سے یہ توقع کہ وہ کوئی بڑا فیصلہ کر سکے گی یا اسے کشمیر جیسے بنیادی مسئلے پر کسی نئے اقدام ہمت ہو سکتی ہے ، ایسی خوش فہمی ہے جس کی داد نہیں دی جا سکتی۔

پھر واجپائی صاحب کی "اصول پرستی" اور "معتدل مزاجی کے بارے میں صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ وہ بچپن سے جن سنگھ کے رکن بلکہ کرتا دھرتا رہے ہیں اور آج بھی اسے اپنی روح اور زندگی قرار دیتے ہیں۔ ان کے وزیر داخلہ انتہا پسندوں کے انتہا پسند (گزشتہ ایک ہفتے میں دوبار آزاد کشمیر پر حملہ اور قبضہ کرنے کی دھمکی دینے والے) شری ایل کے ایڈوانی اور انسانی وسائل کے وزیر شری مرلی منوہر جوشی ایڈوانی صاحب سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔ داخلہ اور انسانی وسائل کی وزارتیں ان دونوں با اختیار اور متعصب ترین افراد کے پاس ہیں جو اس سے پہلے پارٹی کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ بی جے پی کے ۱۳ وزیروں میں سے ۹ کا انتخاب آرایس ایس نے کیا ہے اور واجپائی صاحب کی ایک نہ چلی۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ جسونت سنگھ کو وزارت خزانہ دیں لیکن آر ایس ایس کی مخالفت کے ہاتھوں وہ مجبور ہو گئے اور بقول رونامہ دی ایشین ایج" (لندن و دیلی) وزیر اعظم واجپائی وزیر خزانہ کے انتخاب کے سلسلے میں بالکل تیارہ گئے اور ان کے نامزد شخص جسونت سنگھ کو بی جے پی میں سے ایک شخص کی بھی حمایت حاصل نہ ہو سکی " (۲۲-۲۱

آر ایس ایس کی ایسی مضبوط گرفت کی موجودگی میں ان کی " اعتدال پسندی " کس کام آسکتی ہے بھلا؟

پھر اس اعتدال پسندی کے طمع کو بھی زیادہ اہمیت دینے کی ضرورت نہیں۔ تمام اہم مبصر گواہی دے رہے ہیں کہ واجپائی صاحب کی حیثیت ایک دکھاوے کی ہے۔ اصل قوت ان کے پاس نہیں آر ایس ایس کے پاس

ہے اور اس کا حکم چلے گا۔ رہے واجپائی صاحب تو اس دعوے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ خود انہیں کئی کئی روپ دھارنے اور موقع محل کے مطابق رنگ بدلنے کی مہارت حاصل ہے۔ ان کے

DAWN, چرے اور ایشین ایج" کا TWO FACES OF VAJPAYEE(بارے میں کلدیپ نیر کا مضمون: واجپائی صاحب کے دو HOW مضمون: واجپائی صاحب: پردہ کب اترے گا؟)MARCH 28,1998

LONG BEFORE THE MASK IS OFF, MR. VAJPAYEE (THE ASIAN AGE, DELHI AND LONDON 21.3.98) قابل مطالعہ

کے عنوان سے واجپائی صاحب نے MY SOUL IS THE RSS ہیں۔ کلدیپ نیر نے اس مضمون کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے جو لکھا تھا۔ اس میں واجپائی صاحب نے فرمایا ہے ہم مسلمانوں کا مذہب نہیں بدلیں گے، وہ اپنا نذیب اپنائے رہیں۔ مکہ کو وہ ایک مقدس مقام سمجھتے رہیں، مگر ان پر لازم ہو گا کہ وہ بھارت کی مقدس ترین حیثیت کو قبول کریں ۔ وہ اپنی مسجدوں میں جائیں اور نماز پڑھیں اور روزے رکھیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر ایسا وقت آجائے کہ انہیں اسلام یا مکہ اور بھارت میں سے ایک کو چننا ہو تو بغیر سوچے سمجھے فورا بھارت کو سینے سے لگائیں۔ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ ہم بھارت کی خاطر زندہ رہیں گے اور بھارت کے لئے جان قربان کریں گے۔

واجپائی صاحب آر ایس ایس کے پروگرام کے بارے میں لکھتے ہیں: " اس کے دو پہلو ہیں اول : ہندوؤں کو منظم کرنا دوم : ایک ایسا مضبوط ہندو سماج تعمیر کرنا جو فکری سے متحد ہو اور سطحی اختلافات سے بلند ہو کر اپنا لحاظ پروگرام رو بعمل لاسکے"۔ کلوپ نیر لکھتے ہیں : " واجپائی آر ایس ایس کی پیداوار (PRODUCT) ہیں اور اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ آر ایس ایس ان کے لبرل امیج کو طاقت حاصل کرنے کے لئے استعمال کر رہی ہے۔ " کلدیپ نیمر آر ایس ایس کے سہ روزہ مشاورتی اجتماع کا بھی ذکر کرتے ہیں جس میں کہا گیا کہ ہم ۲۵ سال میں اپنے اصل اہداف حاصل کرلیں گے۔" کلدیپ نیر نے آرایس ایس کے جوائنٹ سیکرٹری موہن داس کا بیان کا حوالہ بھی دیا ہے جس میں صاف الفاظ میں کہا ہے کہ "نہ ہم رام مندر کی تعمیر سے پیچھے ہٹیں گے اور نہ کالٹی اور متھرا کے دعوے سے دست بردار ہوں گے۔" بات صرف اتنی ہے کہ وقتی طور پر اس پروگرام کو موخر کیا ہے اور خود واجپائی صاحب اس حکمت عملی میں شریک ہیں۔ وہ پارٹی کا منشور بناتے وقت ایک موقف اختیار کرتے ہیں اور محاذ کے مشترک پروگرام کے وقت دوسرا ان کا ایک نہیں دو چرے ہیں"۔ وزیر خارجہ کی حیثیت سے واجپائی صاحب کے (مثبت) کردار کا بھی بار بار ذکر ہو رہا ہے ، لیکن اس بات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ وہ اس وقت وزیر اعظم مرار جی ڈیسائی کی کابینہ کے رکن تھے۔ مرار جی ڈیسائی ان ہندوستانی قائدین میں سے تھے جنہوں نے تقسیم ہند کو دل سے قبول کیا تھا اور ہمیشہ اس کا عملاً احترام کیا۔ انہوں نے روسی حکمران بریز نیوف کی اس دعوت کو برطلا رد کر دیا تھا کہ تم پاکستان پر حملہ کرو اور ہم ساتھ دیں گے۔ واجپائی صاحب اس کا بینہ کے وزیر تھے جس میں اکثریت ان کے اصل خیالات سے اتفاق نہیں رکھتی تھی لیکن اب وہ اس بی جے پی کی سربراہی میں قائم حکومت کے وزیر اعظم ہیں، جس کی اصل تکمیل آر ایس ایس کے ہاتھ میں ہے۔

اس سلسلے میں کلدیپ نیر کے اس تبصرے کو بھی ذہن میں رکھا جائے تو مناسب ہو گا جو واجپائی صاحب کی دہری شخصیت پر روشنی ڈالتا ہے: جس بات نے اسلام آباد کو ساکت کر دیا وہ یہ تھی کہ واجپائی نے کہا کہ جو کچھ میں نے ماضی میں کہا ہے اسے بھلا دیا جائے اس لئے کہ اس وقت میں جن سنگھ کا ممبر تھا اور اب جنا پارٹی کا حصہ ہوں۔ یہ دورہ انتہائی کامیاب رہا۔ کیا واجپائی کا حقیقی چہرہ سامنے آیا یا انہوں نے حالات کی تبدیلی کے لحاظ سے اداکاری کی؟ ایک ہی وقت میں دو گھوڑوں پر سواری کرتب تو ہو سکتا ہے، لیکن یہ حکومت کرنے کا طریقہ نہیں ہو سکتا۔ ای طرح واجپائی صاحب کے کردار کا وہ پہلو بھی سامنے رہنا چاہیے جو انہوں نے جن سنگھ اور جنتا دل کوآزاد کشمیر پر قبضے کی بھارتی دھمکی سن کر غازیان پاکستان اور مجاہدین کشمیر کا انتباہ ہم امن کے سفیر ، وفا کا جمال ہیں لیکن بوقت جنگ عمر کا جلال ہیں صدیق کا شعور، نوائے بلال ہیں

تقدیس ارض پاک کے ہم پاسبان ہیں آگے بڑھیں تو موج ، رکیں تو چٹان ہیں سینوں میں دل ہمارے دھڑکتے ہیں ایک ساتھ ہم کو اجل بھی دیتی ہے نذرانہ حیات ہم غزنوی کا روپ ہیں اسے ارض سومنات جو ثبت گروں میں گونجی ہے، ہم وہ اذان ہیں آگے بڑھیں تو موج ، رکیں تو چٹان ہیں ہر دن میں ہم نے موت سے آنکھیں ملائی ہیں ہم ذو الفقار عزم ہیں، دیں کے فرائی ہیں دیں۔

خیال و یک نگہہ د یک زبان ہیں آگے بڑھیں تو موج ، ژکیں تو چٹان ہیں ہم یک خیال و یک سندھی ہوں یا بلوچ ، صحافی ہوں یا ادیب پنجابی و پٹھان ہو زر والے یا غریب ہم کوئی ہوں ، کہیں ہوں مگر ایک جان ہیں آگے بڑھیں تو موج ، رکیں تو چٹان ہیں ہم

و ارشان عزم دل ہو تراب ض ہیں ہم شرخی وفا ہیں، شجاعت کا باب ہیں

بحرو بر کی فوج فضا کے عقاب ہیں اللہ کے سپاہی میتوانید یکی آن ہیں آگے بڑھیں تو موج ژکیں تو چیٹان ہیں

ملانے میں انجام دیا اور اس بنیاد پر اتحاد بنایا کہ جن سنگھ کا رشتہ آر ایس ایس سے مکمل طور پر منقطع کر دیا جائے

گا۔ مشہور ہندوستانی لیڈر جے پرکاش نرائن نے بھی اس سلسلے میں کلیدی رول ادا کیا تھا اور بنیادی گفتگو اور

معاہدے بے پر کاش زرائن اور اٹل بہاری واجپائی ہیں کے درمیان ملے پائے تھے، لیکن آزمائش کی گھڑی آنے پر واجپائی صاحب کا کردار کیا تھا، کلدیپ نیر ہی کے الفاظ میں سنئے

:

یہ گاندھی نواز جے پرکاش نرائن تھا جس نے جن سنگھ پر اپنا پورا اعتماد کیا اور اس کو جنتا کے ساتھ لے آیا۔ جب جن سنگھ نے آر ایس ایس سے اپنے تعلقات نہیں توڑے تو اسے مایوسی ہوئی۔ اس نے یہ تک کہا کہ مجھے احساس ہوتا ہے کہ مجھے دھوکہ دیا گیا ہے۔ بالاخر اس کلیدی مسئلے پر جن سنگھ کے ممبر جنتا پارٹی سے واک آؤٹ کر گئے۔ واجپائی ان میں سے ایک تھے۔"

جنتا پارٹی کے لیڈر برانیم سوامی کی خود نوشت بھارتی اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ اس سے کچھ اقتباس دہلی سے شائع ہونے والے ماہنامہ "افکار ملی (اپریل ۱۹۹۸ء) میں آئے ہیں جن سے واجپائی کی شخصیت کے متعدد پہلو رو نما ہوتے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علاقائی سازشوں میں وہ کب اور کیسا رول ادا کرتے رہے ہیں۔ اندرا گاندھی کی ایمرجنسی کی مخالفت کے باوجود معافی نامہ داخل کر کے رہائی حاصل کرنے سے لے کر مرار جی ڈیسائی چرن سنگھ اور جگ جیون رام کے ساتھ اقتدار کی جنگ میں کیا کیا کھیل کھیلتے رہے؟ یہ تمام باتیں ان کی سیاست کے طریق واردات کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔ جو بات پاکستان کے لئے جاننا بہت بنیادی اہمیت کی حامل ہے وہ واجپائی صاحب کا روس کی طرف خصوصی جھکاؤ ہے میں بات ان کے وزیر دفاع جارج فرنانڈیز کے بارے میں بھی ہے۔ دونوں کے چین سے شدید اختلافات ہیں اور یہی وہ چیز ہے جو ان دونوں کو امریکہ کے لئے قابل قبول ہی نہیں بناتی بلکہ مستقبل میں علاقائی سیاست میں ان کے ایک خاص رول کی طرف اشارہ کرتی ہے جب کہ چین پاکستان کا سب سے قابل اعتماد دوست رہا ہے۔ چین سے تعلق کے اس نازک پہلو کو نظر انداز کر کے واجپائی حکومت پر اعتبار کرنے جیسی خطرناک غلطی بھلا کون پاکستانی کر سکتا ہے۔